بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 15/جنوری 2021ء بمطابق یکم جمادی الثانی 1442 ہجری، بروز جمعۃ المبارک، بوقت شام 4 بجکر 40 منٹ پر زیر صدارت میر عبدالقدوس بزنجو، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

پارہ نمبر ۴ سورۃ آلِ عمران آیات نمبر ۱۹۹ تا ۲۰۰

ترجمہ: ۔ بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ۔ اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں، بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب ۔ اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ۔ صَدَقَ اللہُ العَظِیم۔

جناب اسپیکر: جزاک اللہ۔ بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم۔

جناب احمد نواز بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! شہداء مچھ اور نصر اللہ زیرے کے والد صاحب اور نواز صاحب کی بہن فوت ہوئی ہیں ان سب کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب اسپیکر: اور سینیٹر میڈم کلثوم صاحبہ بھی فوت ہوئی ہیں اُن کیلئے اور سب مرحومین کیلئے بھی دعائے مغفرت کی جائے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب اسپیکر: مَیں قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت ذیل اراکین اسمبلی کو رواں اجلاس کیلئے پینل آف چیئر مین کیلئے نامزد کرتا ہوں:

۱۔ جناب قادر علی نائل ۲۔ سیّد احسان شاہ

۳۔ میر حمل کلمتی ۴۔ جناب عبدالواحد صدیقی صاحب۔

میر محمد یونس عزیز زہری: جناب اسپیکر صاحب! آج سے کوئی ایک مہینہ پہلے خضدار سے جو لیویز میں بھرتیاں ہوئی تھیں اس میں جو پوزیشن ہولڈرز تھے ان کے آرڈر نہیں ہوئے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کے آرڈر ہو گئے تو وہ پیدل مارچ کر کے غریب لوگ خضدار سے تین سو کلومیٹر پیدل یہاں آئے اور ایک ماہ سے وہ لوگ پریس کلب کے سامنے بے یار و مددگار بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں آپ کوئی ruling دیدیں کہ ان کے پاس گورنمنٹ کا کوئی بندہ جائے۔ ہوم منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہ جائے یا ڈی جی لیویز کو روانہ کریں یا کسی کو روانہ کریں اُن سے پوچھیں کہ بھائی آپ لوگ کیوں آئے ہیں، اس سردی میں بیٹھے ہوئے غریب لوگ ہیں ان کے پاس بسترے تک نہیں ہیں ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! اتنا نہیں ہے کہ وہ جا کے کوئی اس سے پوچھے۔

جناب اسپیکر: جی منسٹر صاحب۔

میر ضیاء اللہ لانگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): اسپیکر صاحب! وہ لانگ مارچ کرتے ہیں۔ جس بھی ڈسٹرکٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ D.C ان کے پاس جا رہے تھے اور ان کو اس کا ختم کرنے کا کہہ رہے تھے۔ تو ابھی آپ جو رولنگ دیں گے اس پر ہم عمل کریں گے۔

جناب اسپیکر: اگر ڈی جی کو بھیج دیں تا کہ ان کو دیکھے کیا ان کا مسئلہ ہے کہاں تک حل کر سکتے ہیں۔ D.G

نہیں ہیں تو اس کا second ہوگا۔اس کا کوئی اور تو ہوگا ناں Home Department بہت بڑا ہے۔ ہوم منسٹر سے کہہ دیا کہ Home Department کا کوئی ذمہ دار بندہ بھیج دیں اور اور پھر اسمبلی کو رپورٹ بھی کردیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر صاحب! گزشتہ میرے خیال میں آٹھ نو سالوں سے B & R میں تین سو کے قریب کچھ ایسے ملازمین ہیں جن کو گزشتہ ادوار میں بھرتی کیا گیا تھا۔اب جب ہم اسمبلی آئے، رات کو بھی مجھے فون بھی کیا، کچھ ان میں سے شاید یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ابھی ان کو بغیر نوٹس دیے نکال دیا گیا ہے جو گزشتہ آٹھ دس سالوں سے باقاعدہ تنخواہ بھی لے رہے تھے۔کورٹ کا بھی فیصلہ شاید ان کے حق میں آیا ہے تو پچھلی دفعہ بھی اس مسئلے کو ہم نے اس ایوان میں اٹھایا پھر اس کیلئے کمیٹی بنائی گئی منسٹر صاحب اس کے چیئرمین تھے۔پتہ نہیں اس کمیٹی نے کیا فیصلہ کر دیا؟

جناب اسپیکر: آج منسٹر نہیں ہے وہ آجائیگا پھر اس سے، اب یہ رواں اجلاس میں انشاءاللہ 26 تاریخ کو شروع ہو رہا ہے تو اس میں انشاءاللہ۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: اس کیلئے تو جناب اسپیکر صاحب! جب ان کو نکال دیا گیا ہے اس کیلئے تو آپ اس وقت کوئی رولنگ تو دے سکتے ہیں۔

جناب اسپیکر: تو منسٹر سے پہلے اگر پوچھیں کہ بھئی کس قانون کے تحت نکالا ہے۔جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ : شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔یہ 434 کے قریب جو وزارت مواصلات جسے communication and works کہتے ہیں آپ کو یاد ہوگا اسی اجلاس میں آج سے کوئی ڈیڑھ سال قبل یہ Point of order پر جب ہم نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا تو اس وقت مواصلات کے وزیر محترم طارق مگسی صاحب تھے۔اور اس پر آپ نے ہی ایک کمیٹی بنائی کہ وہ اس سارے مسئلے کو دیکھے گی اور اسمبلی کو رپورٹ کریگی اس سلسلے میں unfortunately کیونکہ اس کے بعد دو تین ماہ کے بعد شاید طارق مگسی صاحب کے پاس اس وزارت کا قلمدان نہیں رہا۔جو کمیٹی بنی ہم نے Point of order raise کیا ہمیں کسی نے سنا نہیں ہمیں کسی نے بلایا نہیں۔ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ملازمین کو 434 کے قریب ہیں، یہ ان کا notification ہے۔ 4 جنوری 2021 کا جس میں ان سب کو بیک جنبش قلم نکال دیا گیا ہے، وجوہات تو اس میں کافی بتائی گئی ہیں لیکن کسی بھی مہذب معاشرے میں شائستہ معاشرے میں اس طرح نہیں ہوتا کہ آپ لوگوں کے وہ جوان کے دست سے بارہ سال۔

جناب اسپیکر: نہیں ڈیڑھ سال انہوں نے پھر کورٹ کو approach نہیں کیا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: میں اس پر آرہا ہوں، دیکھے جب اسمبلی میں یہ میٹر آیا تھا کمیٹی بنی تھی میری ذاتی طور پر آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ ایک Simple رولنگ دیدیں کہ یہ جو آرڈر ہے حکومت بلوچستان کا اس کو suspend کردیں اور ان کو اپنی ملازمت پر بحال کروانے کا حکم دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو رپورٹ اس وقت ہم نے کہی تھی کمیٹی کی وہ رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جائے۔ کیونکہ ہم سب پبلک Representatives ہیں۔

جناب اسپیکر: دیکھئے! اس میں ابھی منسٹر آجائیگا ان سے پوچھتے ہیں۔ ڈیپارٹمنٹ سے کیا اسطرح رولنگ تو نہیں ہوئی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: نہیں ساڑھے تین سو نوجوان بچے اس وقت سردی میں احتجاج کررہے ہیں دیکھیں یہ صوبہ کیوں اس کی زمین ہم نے اتنی اس کو تنگ کردیا ہے لوگوں کیلئے کہ ہم سردی میں بھی نہیں چھوڑتے ہیں گرمیوں میں بھی نہیں چھوڑتے ہیں ہر وقت یہاں ہر گلی کوچے میں احتجاج ہے، جب بھی اسمبلی کا اجلاس ہم بلاتے ہیں۔

جناب اسپیکر: یہاں ہمارے پاس information یہ ہے کہ کورٹ نے کمیٹی بنائی ہے اور کورٹ کے through ان کو نکالا گیا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں جب تک آپ دوبارہ اس پر ایک رولنگ جس طرح کہ اس کمیٹی کی رپورٹ آئے، کورٹ کی رپورٹ آئی ہے۔

جناب اسپیکر: پہلے ہم منسٹر صاحب سے پوچھتے ہیں جب آجائیگا۔ اگلے اجلاس میں یا اسی دوران آگیا تو انشاء اللہ اس پر۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: اگر یہ مطمئن ہوجاتے ہیں ہم سب لوگ کہ اس میں کوئی wrong doings ہوئی ہیں۔ اس میں کوئی غلط ہوا ہے اور دس پندرہ سال ان کی services ہیں، ہم اس کیلئے راستہ نکال سکتے ہیں ضروری نہیں کہ آپ نوکریوں سے نکالیں۔

جناب اسپیکر: کسی منسٹر صاحب کو یہ ہے انفارمیشن C&W کے ملازمین کی؟

جناب ثناء اللہ بلوچ: وہ اس ملک کے اس صوبے کے بچے ہیں وہ ہماری اولاد ہیں۔ کوئی تین سو ساڑھے تین بچوں کو اس طرح سڑک پر پھینک دیں اور اس کے بعد ہم توقع کریں گے بلوچستان میں امن وامان ہو، کوئی خودکشی کریگا کوئی خودسوزی کریگا کوئی پتہ نہیں کسی اور غلط کام پر لگ جائیگا، یہ ہمارے بچے ہیں ہماری اولاد ہیں اس طرح

کی حکمت عملی ہم نے Global Partnership کے 1500teachers کونوکریوں سے نکالا، یہاں سردیوں میں آ کے احتجاج کیا بچوں سمیت گرفتار کیا۔ہم نے چھ دن تک، لاشیں یہاں کوئٹہ میں پڑی رہی ہم ان کو دفنا نہیں سکیں۔ یہ پورا شہر یہ اس خوبصورت بلوچستان کو تھوڑی سنجیدگی کی ضرورت ہے اس forum میں کوئی چیز debate ہی نہیں ہوتا، ساڑھے تین سومرغیوں کو کوئی poltry forms سے نہیں نکالتا ایک دن میں ایسا پھینکتا ،ساڑھے تین سوملازمین دس سال سے نوکریاں کررہے ہیں آپ ان کو یکدم نکال دیتے ہیں جی آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ ادھر صحیح کیا ہوا ہے۔ 70 سال میں بلوچستان میں ہر چیز غلط ہوا ہے تو آئیں پھر ساری چیزوں کو ملیامیٹ کردیں۔صرف ان بچوں پر کیوں اپنا زورنکالتے ہیں حکومت یہاں کوئی چیز صحیح نہیں ہوئی ہے A سے Z تک اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ پرامن بلوچستان آج خون کی ہولی میں نہیں کھیل رہا ہوتا، تو واقعہ debate کرے پھر ہم آپ کو بتائیں گے کیا غلط ہوا ہے کیا صحیح ہوا ہے یہ غلط طریقہ ہے جناب اسپیکر! آپ کو رپورٹ انہوں نے نہیں دی، اس اسمبلی کی یہ آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس اسمبلی کا پہلے وہ رپورٹ آئے۔

جناب اسپیکر: وہ تو ہے لیکن منسٹر کو اور ڈیپارٹمنٹ دیا گیا ہے ۔اب اس میں concern منسٹر کو آنے دیں اس پر بیٹھ کے انشاءاللہ کوئی راستہ نکال دیں گے۔

جناب ثناءاللہ بلوچ: آپ حکم دیدیں کہ وہ رپورٹ تو پیش کی جائے کمیٹی کی جو یہاں اسمبلی میں بنی تھی۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے ٹھیک ہے سیکرٹری صاحب! اس کو دیکھ لینا او concerned سے بھی اس کی رپورٹ لے لینا، جی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: نواب محمد اسلم خان رئیسانی صاحب بسلسلہ علاج بیرون ملک جانے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار محمد صالح بھوتانی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار یار محمد رند صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے

قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار عبدالرحمٰن کھیتران صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار سرفراز چاکر ڈومکی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر سکندر علی عمرانی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر عمر خان جمالی صاحب نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: حاجی محمد خان طور اتمانخیل صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان اچکزئی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر اسد اللہ بلوچ صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ڈاکٹر ربابہ خان بلیدی صاحبہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے

سے قاصر رہیں گی۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ شکیلہ نوید صاحبہ نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ زینت شاہوانی صاحبہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ مستورہ بی بی صاحبہ ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بانو خلیل صاحبہ نے اپنی ہمشیرہ کی فوتگی کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: رخصت کی درخواستیں ختم۔

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر! یہ دو اور تین جنوری کے درمیانی شب جو ایک دلخراش واقعہ مچھ میں وقوع پزیر ہوا اس حوالے سے آج ہم نے اپوزیشن لیڈر صاحب اور ٹریژری بینچز کے ارکان سے ایک request کی کہ آج چونکہ امن وامان کا ایجنڈا ابھی ان کے پاس ہے تو ہم نے کہا کہ آپ سے request ہے کہ ایک مذمتی قرارداد ہم مشترکہ لانا چار ہے ہیں اس حوالے سے آپ مجھے تحریک پیش کرنے کی اجازت دیں۔

جناب اسپیکر: اس ہاؤس سے اجازت لینی پڑیگی، ہاں تحریک پیش کریں، تحریک اپنی پیش کردیں۔

جناب قادر علی نائل: میں قادر علی نائل رکن صوبائی اسمبلی قواعد وانضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کرتا ہوں کہ حال ہی میں رُونما ہونے والے دلخراش سانحہ مچھ کے حوالے سے مذمتی قرارداد کو پیش کرنے کے لئے قاعدہ نمبر 225 کے تحت قاعدہ نمبر (2)103 کے لوازمات کو معطل کیا جائے۔

جناب اسپیکر: آیا تحریک کو منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ جناب قادر علی نائل صاحب اپنی مذمتی قرارداد پیش کریں۔

مذمتی قرارداد

قادر علی نائل: شکریہ جناب اسپیکر۔قرارداد یہ ہے کہ دو اور تین جنوری 2021ء کے درمیانی شب مچھ کے علاقے گیشتری کے مقام پر کوئلہ کی کان میں کام کرنے والے دس نہتے اور بیگناہ مزدوروں کو دہشتگردوں نے انتہائی سفاکانہ طریقے سے شہید کیا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مچھ کا المناک سانحہ نے نہ صرف ہزارہ قوم کو بلکہ پورے ملک کو مغموم کر دیا ہے اور ہم سب کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ انسانیت سوز مظالم اور دہشتگردی کے المناک واقعات کے تدارک کے لئے مؤثر اقدامات کیسے کیئے جائیں۔ یہ ایوان اس قرارداد کے ذریعے نہ صرف سانحہ مچھ کی مذمت کرتا ہے بلکہ صوبائی و وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ سانحہ مچھ کے ذمہ داروں کو کفیر کردار تک پہنچانے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔شکریہ۔

جناب اسپیکر: قادر علی نائل صاحب! آپ اپنی مذمتی قرارداد کی موضوعنیت کی وضاحت فرمائیں۔

جناب قادر علی نائل: بہت بہت شکریہ جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں موذونیت پر بات کرلوں پھر اس کے بعد پھر آپ منظور کرلیں، چونکہ امن وامان بھی ہے اور یہ بھی ہے میں موذونیت پر بات کرلونگا اس کے بعد پھر بیشک آپ لوگ اپنی بات کرلیں ،شکریہ جناب اسپیکر! میں سب سے پہلے اپوزیشن ارکان اور ٹریژری ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج آپ نے اس ریکوزیٹیڈ اجلاس میں مذمتی قرارداد کے حوالے سے مجھے اس کی موذونیت پر بات کرنے کا مواقع دیا جناب اسپیکر جیسے کہ آپ کے علم میں ہے دو اور تین جنوری 2021ء کے درمیانی شب گیشتری کے مقام پر انسانی تاریخ کا ایک انتہائی اندوہناک سفاکانہ اور بربریت سے بھرپور ایک واقعہ رونما ہوا۔جس میں ہزارہ قوم سے تعلق رکھنے والے دس انتہائی بے گناہ نہتے مزدوروں کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا اور اس واقعے میں ایک ایسا وحشیانہ پن کا مظاہرہ کیا گیا جس کی تاریخ کہیں نہیں ملتی جس کی نظیر کہیں ملتی ان بیگناہ اور معصوم مزدوروں کو ذبح کر کے شہید کیا گیا جو پاکستان میں بلوچستان میں اور پوری دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک انتہائی دردناک واقعہ ہے۔اس کی مذمت کے لئے ہمارے پاس الفاظ کم ہیں ہم سب کے لئے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں جو اندوہناک واقعہ ہوا ہے اس میں نہ صرف ہماری قوم بلکہ کوئٹہ کے شہری بلوچستان کے عوام پاکستان کے عوام دنیا بھر میں انسانیت سے ناطہ رکھنے والے انسانیت دوست انسانوں کے لئے یہ سانحہ ایک بہت بڑا المیہ ہے، جناب اسپیکر! یہ سانحہ ہزارہ قوم کے لئے نیا نہیں۔ بلوچستان کے عوام

کے لئے نیا نہیں گزشتہ بائیس سالوں سے جس کرب سے ہماری قوم گزر رہی ہے یہ اسکا تسلسل ہے آپ نے دیکھا کہ کوئٹہ شہر بلوچستان کا ہر علاقہ یہاں کی ہر سڑک یہاں کی ہر گلی یہاں کا ہر بازار ہماری قوم کے نہتے مزدوروں، سبزی فروشوں، انجینئرز، وکلاء حتیٰ کہ خواتین کے خون سے بھرے پڑے ہیں ہر جگہ ہمارا خون بہایا گیا اگر اس کا پسِ منظر دیکھیں جناب اسپیکر! ہمارا یہ صوبہ ہمارا یہ شہر قبائلی، قومی، مذہبی اقدار کا ایک امین شہر تصور کیا جاتا تھا یہاں کسی بھی حوالے سے کسی بھی طرح کی نفرت نہیں ہوتی تھی امن کے حوالے سے کوئٹہ کا نام لیا جاتا تھا پورے ملک سے لوگ یہاں آتے تھے ہماری رواداری، ہماری بُردباری ہماری مہمان نوازی کی تعریفیں ہوتی تھی۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ ہمارے بدخواہوں نے اس شہر کو مقتل گاہ بنادیا۔ ہر کسی کے لئے اور بطور خاص ہماری قوم کے لئے اگر ہم اس کا پس منظر دیکھیں کہ جو خطے میں انقلابات رُونما ہوئے خصوصاً 1978ء اور 1979ء کے جو اہم انقلابات دو ہمسایہ ممالک میں آئے، ان کے نقصانات اور ان کے منفی نتائج ابھی تک ہم بھگت رہے ہیں کہ ایک ہمسایہ ملک میں انقلاب آیا۔ تو ہم نے دیکھا کہ یہاں کلاشنکوف کلچر پروان چڑھا، بدامنی پھیلنی شروع ہوئی۔ اور جب ایک اور ہمسایہ ملک میں انقلاب آیا تو آپ نے دیکھا کہ اس نے اپنے نظریے کی ترویج کے لئے یہاں مسلک، یہاں فرقہ واریت، یہاں مذہب کے نام پر پاکستانیوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دوران ہماری پالیسیاں بنانے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ 78ء اور 79ء کے انقلابات کے کیا نتائج نکلیں گے، ہماری خارجہ اور داخلہ پالیسیاں اس دوران مکمل طور پر ناکام ہوئیں اور ہم نے دیکھا کہ پنجاب سے لیکر سندھ تک پنجاب کے ہر شہر میں سندھ کے ہر شہر میں فرقہ واریت کے نام ایک آگ بھڑکائی گئی خون کی ہولی کھیلی گئی۔ اس وقت تک بھی ہمارا یہ صوبہ پرامن تھا ہمارا یہ شہر پرامن تھا کیونکہ یہاں قبائلی روایات قومی اقدار اپنے عروج پر تھا اپنی peak پر تھا۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ سماجی رشتوں میں بندھے ہوئے تھے۔ اقدار اور values میں ہم لوگ بندھے ہوئے تھے ہم ایک دوسرے کا احترام کرنا جانتے تھے ہم ایک دوسرے سے محبت کرنا جانتے تھے لیکن آپ نے دیکھا کہ 90's کے بعد 92ء میں ایک معاہدہ ہوا ہے سیاسی طور پر پنجاب میں پھر اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ یہی عفریت، فرقہ واریت یا ایک خاص مائنڈ سیٹ کے آپریٹر کوئٹہ پہنچے بلوچستان پہنچے اور یہاں سے ایک بدامنی کا عمل شروع ہوا اس دوران بھی ہمارے لئے موقع تھا کہ ہماری قوتیں تھیں ہمارے جو پالیسیاں بنانے والے ادارے تھے ان کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ یہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی اور 1998ء اور 1999ء کے بعد خصوصی طور پر ہماری کمیونٹی ہماری قوم کے لوگوں کو ٹارگٹ کیا گیا۔ جناب اسپیکر اب سوال یہ ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں سے جو نسل کشی ہماری ہوئی ہماری ماؤں، ہماری بہنوں کے آنسو خشک ہو گئے ہم مزید نہیں روسکتے ہمارے

جوانوں کے کندھے تھک چکے ہیں ہم مزید لاشیں نہیں اٹھا سکتے بہت اٹھا لیا ہم نے اب اس اسمبلی میں جہاں ہمارے لوگوں نے ہمیں ووٹ دیکر مینڈیٹ دیکر بھیجا ہے اس مقدس ایوان کو چلانے کے لئے۔ جو ایک مقدس کتاب ہے جیسے ہم آئین کہتے ہیں اس میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ عوام کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے تو سوال یہ ہے کہ ہم اس مقدس ایوان بیٹھے ہیں، ہمارے شہداء کی مائیں شہداء کے والدین ہم سے یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ انکے شہداء کے قتل کے ذمہ دار کون ہے اور اُن کو کیفر کردار تک کب پہنچایا جائے گا۔ مختلف واقعات میں ان گنت جو ہمارے زخم ہیں۔ ہمارے قوم کے لوگوں کے جو زخم ہے اُن پر مرہم کون رکھے گا۔ اور آج تک کیوں نہیں رکھا گیا۔ دو دہائیوں سے ظلم اور بربریت کے جو پہاڑ توڑے گئے۔ اُس پہاڑ کے نتیجے میں ظلم و بربریت کے نتیجے میں صرف یہ نہیں ہوا کہ ہمیں ہمارے لوگوں سے جسمانی طور پر ہمیں جدا کیا گیا ہے۔ پھر اُس کے آپ مضمرات دیکھیں کہ آج بھی ہمارے لوگ بازار نہیں جا سکتے ہمارا معاشی قتل عام بھی اسی دوران ہوا، ہمارا تعلیمی قتل عام بھی اسی دوران ہوا، ہمارے سماجی رابطے کوشش کی گئی سماجی رابطہ یہاں کے اقوام یہاں کے لوگوں کے ساتھ منتقل کیا جائے۔ یہ بھی اسی دوران ہوا اب ہمارے نوجوانوں کو روزگار جو اس دوران بیس سالوں میں ایک شخص ایک بندہ بھی وہ صاحب روزگار نہیں ہوا بیس سالوں میں روزگار کے دروازے ہمارے اوپر بند ہو گئے ملازمت ہمیں نہیں مل رہی۔ تعلیمی اداروں سے ہمارا ناطہ ٹوٹ گیا۔ تو یہ سب کچھ یہ سارے سوال ہماری قوم کا ہے ہم سب سے ہیں اس مقدس ایوان سے ہے کہ ہم اُس کے لیے کیا کرنے جا رہے ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور جناب اسپیکر! آپ کو معلوم ہے سب کو معلوم ہے جو حکومت چلتی ہے اُس کے failure کی اہم وجہ امن وامان کی عدم بحالی ہے جب امن وامان نہیں ہوگا۔ تو آپ کی معیشت کا پہیہ نہیں چلے گا یہاں تعلیمی ادارے یہاں کے پارکز یہاں کے stadium آباد نہیں ہوں گے۔ یعنی جو بھی حکومت ناکام ہوئی ہے۔ اُس کی اہم وجہ امن وامان ہے۔ اور اپنے ماضی قریب میں دیکھا امن وامان ہی کی وجہ سے ہماری ایک منتخب حکومت ختم کر دی گئی۔ تو لہٰذا مجھے توقع ہے کہ گزشتہ ڈھائی سالوں سے جب ہماری حکومت آئی ہے اُن ڈھائی سالوں میں جو امن وامان کا جس طرح کیا پر امن فضاء میں ہم ساتھ یہ رہے تھے۔ ابھی ہم نے چلنا شروع کیا تھا ابھی لوگ جو ہے بازاروں میں آ رہے تھے ہماری کمیونٹی کے لوگ ابھی سکول تعلیمی ادارے پارک اسٹیڈیم آباد ہوئے تھے ہمارے لوگ ہماری قوم کے sports men لورالائی جا رہے تھے، ژوب جا رہے تھے، چمن جا رہے تھے، خضدار جا رہے تھے، کھیلنے کے لئے تو ابھی ایک بار پھر خوف کی فضاء یہاں بنائی گئی ہے۔ تو جناب اسپیکر HDP کو عوام نے جو مینڈیٹ دیا ہے۔ وہ اس وجہ سے نہیں دیا ہے ہم اُن کے لیے صرف سڑکیں بنائیں، نالیاں بنائیں

ترقیاتی کام کرلیں۔ہم نے شروع دن سے جب حلف لیا۔ہم نے یہی کہا کہ HDP کا موقف ہے کہ سب سے پہلے ہمیں امن چاہیے، اس شہر کو امن چاہیے، بلوچستان کو امن چاہیے۔جب امن ہوگا تو پھر اُس کے بعد ترقیاتی عمل ہوگا۔ہم یہاں آئے ہیں تا کہ ہم امن و امان بحال کرسکیں۔ یہ لوگ جو ہم سے سوالات کرتے ہیں۔جو متاثرین ہیں لواحقین کے اُن کے غموں کا مداوا ہوجائے۔یہ ترقیاتی کام تو ہوتے رہیں گے۔سڑکیں بنتی رہیں گی۔لیکن سب سے بڑا ضروری کام اس حکومت اور ہم سب کے لیے یہ ہے کہ ہم یہاں امن وامان قائم کرلیں۔ مجھے توقع ہے کہ جو ہماری حکومت ہے اس دوران جو یہ سانحہ ہوا ہے ہندوناک مچھ کا ہم مسلسل رابطے میں ہیں۔ اپنے حکومتی ارکان سے۔ ہماری حکومت کے جو head ہیں اور سیکورٹی اداروں سے اُنہوں نے ہمیں جس طرح کی یقین دہانی کرائی ہے مجھے توقع ہے کہ نہ صرف مچھ کے شہدا کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ بلکہ دو دہائی سے جو ظلم ہم نے سہے ہیں اُن تمام شہدا کے لواحقین یا اُن تمام شہیدا کے جو متاثرین ہیں۔اور اُن کے مجرموں کو بھی کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ بلکہ میں یہاں اس ایوان میں یہ مطالبہ کرتا ہوں یہ اپیل کرتا ہوں کہ اس کے لیے ایک truth commission بنایا جائے تا کہ پتہ چلے کہ کیوں ہوئے یہ سانحات یہ سانحہ کیوں ہوا ہے اور ان کی روک تھام ہم کیسے کرسکتے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ یہاں ہمارے وزیر داخلہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے اپنی حکومت کے ہیڈ کو بھی یہی بتایا، سیکورٹی اداروں سے بھی یہی کہا ہے کہ ہم مزید لاشیں نہیں اُٹھا سکتے ہمارے کندھے تھک چکے ہیں۔اور جو واقعات اگر خدانخواستہ ہونگے اُن کے تدارک کے لیے ایک ایسی پالیسی ہم بنائیں یہ ہم سب کا مشترکہ فرض ہے۔ مجھے اُمید ہے مجھے توقع ہے کہ یہاں حکومتی ارکان جو بیٹھے ہوئے ہیں جو یہاں اپوزیشن کے ارکان بیٹھے ہوئے ہیں۔یہ سب ہمارے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ میں اس فلور پر شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ جو سانحہ مچھ ہوا ہے اُس پر جو ایک یکجہتی کا مظاہرہ ہوا ہے ہماری اقوام کے حوالے سے ہمارے political parties کے حوالے سے کہ وہ ہمارے درد میں ہمارے غم میں برابر کے شریک رہے ہیں۔میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اتحاد اور یکجہتی کا ایک عملی مظاہرہ ہم نے ہزارہ ٹاؤن میں دیکھا جہاں ہر کوئی آیا ہماری اشک شوئی کی۔ میں اُن سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جناب اسپیکر آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا time دیا۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ۔ واقعی جتنی اس واقعہ کی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ کیونکہ بلوچستان کی روایات بالکل اس کے برعکس ہیں۔بلوچستان میں کمزوروں پر کبھی بھی ہاتھ نہیں اُٹھایا گیا۔عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا گیا۔آج اُنہوں نے ہمارا culture change کر کے ایک مزدوروں کو یا عورتوں کو یا ہندوؤں کو یہاں جو

کمزور لوگ ہوتے تھے اُن پر کبھی بھی ہماری روایات میں نہیں ہے کہ اُن پر کسی نے ہاتھ اُٹھایا ہو جو بھی اُن کی مجبوریاں ہوتی تھیں اُن کا ساتھ دیا جاتا تھا۔اُن کے ساتھ چلتے تھے اُن کی مدد کرتے تھے۔لیکن جس طرح مزدوروں کو مارا گیا ہے، ہزارہ community کے ہوں یا بلوچستان، ہزارہ community کے نہیں ہیں بلوچستان کے عوام تھے۔ بلوچستان کے جو مزدور تھے اُن کو اِنہوں جو شہید کیا جس طرح شہید کیا پورے بلوچستان کے عوام اِس کی مذمت کرتے ہیں اور شرم سے ہمارے سر جھکے ہوئے ہیں۔اِس میں اور اِس کی جتنی مذمت کریں کم ہے۔ہم اِس قرارداد کے ساتھ ساتھ اِس واقعہ میں جو ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہزارہ community کے بندوں پر نہیں آیا ہے پورے بلوچستان کے یہ بچے تھے اور بلوچستان کے عوام تھے۔اور بلوچستان کے مزدور تھے۔ جنہوں نے یہ واقعہ کیا واقعی یہ ہمارے لئے، سب کے لئے ایک بدنام داغ ہے اور ہم اِس میں شرمندہ ہیں۔آیا مذمتی قرارداد منظور کی جائے؟

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے، مذمتی قرارداد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محترم نائل قادر صاحب کی جو قرارداد ہے اُس کی حمایت کرتے ہیں۔متن میں جو متن ہے قرارداد کا وہ بہت مؤثر ہونا ضروری ہے atleast کم از کم یہ جو 11 لاشیں چھ دن تک یہاں پڑی رہیں اور پھر دفنانے میں اِتنا وقت لگا اُن کے وزن کے برابر جتنی قرارداد ہونی چاہیے۔قرارداد کے الفاظ اور قرارداد کا مقصد بھی صرف مذمت کی حد تک نہ ہو۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ قرارداد میں جو متن ہے اُس میں لکھا گیا ہے کہ مچھ کے المناک سانحہ نے نہ صرف ہزارہ قوم بلکہ پورے ملک کو مفلوج کر دیا ہے۔اور ہم سب کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اِنسانیت سوز مظالم اور دہشت گردی کے المناک واقعات کے تدارک کیلئے مؤثر اقدامات کریں۔مَیں یہ سمجھتا ہوں اُنہوں نے خود اپنی تقریر میں کہا کہ truth Commission بننا چاہیے۔ بلوچستان میں جتنے واقعات تسلسل کے ساتھ ہو رہے ہیں دہشت گردی تخریب کاری، اُس میں کسی بھی قسم کے وہ جس میں ہزارہ، بلوچ، پشتون، settler جتنے بھی لوگ بلوچستان میں ایک truth commission کی ضرورت ہے اِس کو اِس میں شامل ہونا چاہیے کہ المناک واقعات کے تدارک کی تہہ تک پہنچنے کیلئے بلوچستان میں Truth Commission کا قیام عمل میں لایا جائے اور اُس کے بعد باقی چیزوں سے ہم اتفاق کرتے ہیں کیونکہ جناب والا! جب تک حقائق تک نہیں پہنچیں گے صرف مذمتی قراردادوں سے کام نہیں بننے والا نہیں ہے۔قرارداد کا وزن کم از کم بلوچستان کے غم اور دُکھ برابر تو جتنا ہونا چاہیے تو اِسی لیے میں سمجھتا ہوں اِس میں ترمیم تھوڑی سی ہونی چاہیے۔شکریہ۔

جناب اسپیکر: آیا اِس میں ترمیم ہونی چاہیے؟

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر! قرارداد تو میں نے پیش کردی اور میں نے مطالبہ اپنی پارٹی سے کیا۔

جناب اسپیکر: یہ تو ہاؤس کا ہے کہ اِس میں ترمیم ہونی چاہیے کہ نہیں ہونی چاہیے۔

جناب قادر علی نائل: میرے خیال میں اِس کو میں نے صرف سانحہ مچھ کے حوالے تک محدود اس وجہ سے رکھا ہے کہ دلخراش واقعہ پیش آیا ہے۔

وزیر محکمہ داخلہ وقبائلی اموروپی ڈی ایم اے: اس میں ایسا ہے جناب اسپیکر ! کہ جب ہزارہ برادری سے مذکرات میں کمیشن بنایا گیا ہے وہ کمیشن تمام حقائق سامنے لے آئے گا۔

میر اختر حسین لانگو: جناب اسپیکر! وزیر داخلہ صاحب فرمار ہے ہیں ۔کہ اُنہوں نے کمیشن بنادیا ہے اُس میں truth commission اگر already بن چکا ہے ۔تو اُس میں اس کو شامل کردیں اس میں قباحت کیا ہے۔اگر بنایا ہے تو اسمبلی کی طرف سے چلا جائے اچھا حکومت اور بھی زیادہ support مل جائے گی۔

جناب اسپیکر: نہیں اگر already کمیٹی بنادی گئی ہے۔جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! ہم کمیٹی کی بات نہیں کررہے ہیں ہم۔ جناب والا! کمیشن کی مختلف اقسام ہوتی ہیں ۔ایک judicial commission ہوتا ہے ایک enquiry committee commission ہوتا ہے ،ایک ہوتا ہے truth commission یہ بہت بامقصد ایک commission ہوتا ہے۔ جو حقائق کی جانکاری اور حقائق کی جانکاری جناب اسپیکر صاحب اُنہوں نے خود اپنی تقریر میں ذکر کیا۔ میں اُسی کی تقریر سے لیکر میں چاہتا ہوں کہ اس میں یہ truth commission بڑی اچھی بات ہے اگر judicial commission بنا ہے، بڑی اچھی بات ہے اگر enquriy commission بنا ہے ۔لیکن truth commission جو ہے وہ حقیقت اُن معصوم لوگوں تک جو چھ دن یہاں سردی میں برف بن گئے اور وہ اپنی لاشیں نہیں اُٹھا سکے۔ یہ بلوچستان میں کتنی اور لاشیں گری ہیں۔ We have to give them answer. لوگوں کو جواب دینے کے لئے سچ کا جاننا ضروری ہے۔اس کو کہتے ہیں سچ کمیشن اور اس سچ کمیشن کو ہماری یہ رائے ہے۔ کہ یہ بلوچستان میں ایک بڑی اچھی شروعات ہے اس کو شامل کردینا چاہیئے اس کے پیسے نہیں لگیں گے ناں کوئی judiciary ناں کوئی اور کچھ کا۔ اسمبلی truth commission بنائے گا۔

جناب اسپیکر: اس میں جو قرارداد کا متن ہے اُس میں صرف مذمتی قرارداد ہے مزید آپ اس میں amendment میرا خیال کرنہیں سکتے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر یہ کہا کا منطق ہے یہ کون سی جگہ کا منطق ہے کہ ہم اپنے الفاظ میں amendment نہیں کر سکتے۔ جناب اسپیکر مذمتی بیان ہم facebook پر دیدیں گے، مذمتی بیان WathsApp پر دیدیں گے۔اسمبلی میں ہونے والی چیز .It has to be sensitve اُس کا وزن ہونا چاہئے۔

جناب اسپیکر: لیکن جس طرح پیش کی گئی ہے میرا خیال اس شکل میں منظور کی جائے؟ جی۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر میں گزارش کروں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پیش کردہ قرارداد میں amendment ہوسکتی ہے یعنی اس میں ان کی خود اپنی demand بھی ہے۔ابھی ایک دم سے اُس demand سے پیچھے جانا۔تو اُن کے لیے بھی ایک مسئلہ بنے گا۔وہ کہتے ہیں truth-commission بناؤ۔ یہاں سے یہی کہا گیا کہ اس کو حقیقت جاننے کے لیے پورے بلوچستان کے لیے بنایا جائے تو اس میں برائی تو کسی چیز کی نہیں ہے۔حقائق تک پہنچنے کے لیے اگر کوئی بات ہوتی ہے۔تو اسمیں کیا ہے اُس کا حصہ بن جائے گا۔اگر اُس میں کوئی قانونی رکاوٹ یا اس اسمبلی کے رولز کے حوالے سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: جی ظہور صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر! جس طرح یہ مذمتی قرارداد اسمبلی میں پیش ہوئی ہے۔ اس کی تو ہم سب حمایت کرتے ہیں۔اور واقعی یہ ایک بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔اور اس طرح کا ظلم عصر حاضر میں کوئی اسکی مثال نہیں ملتی۔اس پر نہ صرف حکومتی اراکین بلکہ اپوزیشن اور جتنے بھی ہمارے یہاں بلوچستان کے یا پورے پاکستان کے یا پورے دنیا کے جو انسانی ہمدردی رکھتے ہیں۔سب نے یکساں مذمت کی ہے۔ جناب اسپیکر! جب یہ واقعہ رُونما ہوا۔اُس وقت حکومتی اراکین اور وفاقی وزراء اور باقی جو لوگ تھے جو انکے ساتھ مذاکرات کررہے تھے۔تو اُنکا ڈیمانڈ یہی تھا کہ جی ایک انکوائری کمیشن بنائی جائے۔ جو اُنکے محرکات کا پتہ لگا کر کہ آخر یہ کیوں ہوا ہے؟۔کیسے ہوا ہے؟۔اور اسکی کیا وجوہات تھیں؟۔انکے تانے بانے کہاں ملتے ہیں؟۔تو وہ لواحقین کے ڈیمانڈ پر already انکوائری کمیشن بن گئی ہے۔اگر کوئی اپوزیشن ممبر اپنی تسلی کیلئے اگر کوئی through commission ڈالنا چاہتا ہے۔لیکن اس میں یہ چیز دیکھنا ہوگا کہ وہ کمیشن کس نوعیت کا ہوگا۔یا اسمبلی کی کوئی کمیٹی ہوگی یا کوئی جوڈیشلی کو جو ہے کہیں گے کہ وہ کوئی کمیٹی بنا دیں۔پھر اُس نے جو ہے حکومت کے ساتھ، حکومتی اداروں کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا۔وہ already ایک کمیٹی جو ہے وہ بن چکی ہے۔اور اس میں مَیں یہ نہیں

کہتا کہ جی اگر اپوزیشن کے پاس کوئی بہتر idea یا بہتر کوئی proposal ہے، تو وہ دے دیں۔ other wise میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس پر جو ہے بغیر T.O.R کے صرف قرارداد میں یہ چیز ڈالیں۔ truth commission ہم نے ڈال دی ہے۔آخر trugh-commission کس قسم کی کمیٹی ہوگی؟۔اسمبلی کی کمیٹی ہوگی یا جوڈیشل کمیٹی ہوگی؟۔تو وہ چیز پہلے واضح کریں۔ پھر بعد میں قرارداد پر جو imendment لانا چاہتے ہیں وہ لے آئیں بیشک۔

جناب اسپیکر: جی ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: بڑی امید باندھی اور اُس نے بڑی تفصیل سے کہا کہ یہ سلسلہ ایک دفعہ کا نہیں ہے۔ بلکہ بائیس سال سے ہماری برادری کے ساتھ، ہماری کمیونٹی کے ساتھ ہو رہا ہے۔اور آج تک کسی کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔اُس نے ڈیمانڈ کیا کہ ایک truth-commission بنایا جائے۔ یہ حقائق کو ڈھونڈے کل یہ پھر ہو جائیگا۔ پرسوں پھر یہ ہو جائے گا۔ یہ اُسی کے ڈیمانڈ پر ہم نے بحیثیت جو انسانیت کا قتل ہے۔جو بلوچستان کے عوام کا قتل ہے۔ہم کہتے ہیں اُن حقائق کو جاننے کیلئے اسکو اسمیں شامل کیا جائے۔ہم اس میں کوئی نئی چیز نہیں کرنا چاہتے۔ہم کہتے ہیں کہ اُسی کی بلکہ اپوزیشن کی ڈیمانڈ نہیں ہے۔اگر آپ کہتے ہیں کہ اسی طرح سے جو پہلے ہوتا تھا یا تو یہ ہوتا رہا ہے کہ نہ کسی جوڈیشنل کمیشن کی کوئی رپورٹ بلوچستان میں بدقسمتی سے آیا ہے، نہ کوئی انکوائری کمیشن کا۔

جناب اسپیکر: through commission کس کی سربراہی میں ہو؟

ملک نصیر احمد شاہوانی: مجھے امید ہے کہ یہ کمیشن کی رپورٹ کبھی نہیں آئیگی۔لیکن یہ اُس کی دل کی تسلی کیلئے، ہمارے دل کی تسلی کیلئے لوگ سنتے ہیں۔ بلوچستان کے عوام دیکھتے ہیں کہ یہاں پر جو کچھ ہوتا رہا ہے آج تک اُس کی اگر کوئی اچھی سی رپورٹ آجاتی ہے تو اس میں کیا کوئی قباحت ہے؟۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے آپکی یہ بات ریکارڈ پر آگئی ہے۔جی مبین بھائی۔

محمد مبین خان خلجی: جیسے یہ واقعہ ہوا مچھ کا۔ اور یقین کریں کہ ہر انسان کو، انسانیت کو بڑا افسوس ہوا کہ اِتنا دردناک واقعہ تھا۔ پورا پاکستان، پورا بلوچستان اِسکی مذمت کرتا ہے۔ ایک بہت بڑی پریشانی کا عالم تھا۔ اور ہر طبقے کے لوگ اس سے بڑے پریشان تھے۔ ظاہر ہے ہمارے کوئٹہ کا واقعہ تھا۔تو ہم اس سے کافی attached تھے۔اور ہم بار بار وہاں پر کہیں بھی۔اور اُنکے ساتھ رابطہ بھی رکھا۔اور ظاہر ہے یہاں ایوان میں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں کی ہمدردی بھی یہ ہے کہ اتنا دردناک واقعہ ہوا ہے۔اگر وہ اپوزیشن ہو یا گورنمنٹ ہو۔

دونوں کی طرف سے یہی ہے کہ یار! یہ غلط واقعہ ہوا ہے۔اور ہم سب اسکی مذمت کرتے ہیں۔مگر مَیں آپ کو کچھ چیز بتانا چاہوں کہ جس طرح فیڈرل کی وہاں سے گورنمنٹ آئی۔ پہلے شیخ رشید صاحب آئے۔ پھر ہمارے دو اور فیڈرل منسٹرز آئے۔اور با قاعدہ ہم اُن کے ساتھ بیٹھے۔اور اُنکے ساتھ بات چیت کی۔اور بات چیت کرنے کے بعد جو ہے اُس دھرنے کو اُنکے لواحقین کے ساتھ مل کر اُس کو ختم کیا گیا۔ جو اُنکے کہنے کی ڈیمانڈ تھی۔ ہماری نہیں لواحقین کی ڈیمانڈ تھی کہ آپ اس اس طریقے سے کمیشن بنائیں۔اور اہم نے اُنکی ڈیمانڈ کو پورا کرتے ہوئے یہ کمیشن بنایا۔اور اُنکی کمیٹی بنائی۔جس کمیٹی میں ہمارے ضیاء لانگو صاحب نے با قاعدہ sign کیا۔ اور اُس میں اُن کے لوکل لوگوں کو بھی اُنہوں نے ڈیمانڈ دی کہ وہ دو بندے بھی ہونے چاہیے۔اُس میں ہمارے فیڈرل منسٹرز نے بھی sign کیا۔ ہمارے ڈپٹی اسپیکر قاسم سوری نے بھی sign کیا۔اور اسی وعدے کے مطابق ہمارے خان صاحب کو کہا کہ، جیسے انہوں نے کہا کہ تدفین کریں گے۔تو ہم آجائیں گے۔اُسی طرح وہ آئے۔ اُن کو بھی تکلیف دی۔ میرے خیال سے کہ اس کے اوپر اگر آپ کمیشن پھر نہ بنائیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ already ایک چیز ہو چکی ہے۔اور اُنکے ہی لواحقین کے ڈیمانڈ کے اوپر ہو چکی ہے۔تو آپ سے میری یہ request ہے۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: یہ اور کمیشن ہے وہ اور کمیشن ہے۔جی ثناء بلوچ صاحب۔

عبدالخالق ہزارہ (وزیر محکمہ کھیل و ثقافت): مَیں معذرت کے ساتھ۔ثناء صاحب معذرت سے۔ آپ سے request کریں گے۔پہلی بات یہ ہے اسپیکر صاحب! مَیں شکریہ ادا کرتا ہوں سارے اپوزیشن کے ساتھیوں کا۔اور یہاں پر حکومتی بینچز سے بھی۔ابھی سوال یہ ہے کہ یہ صرف ایک قرارداد آئی ہوئی ہے۔ request یہ ہے کہ اسکو جو ہے مطلب مذمتی قرارداد ہے، اسکو پاس کرتے ہیں۔اُس کے بعد مطلب جو جو ساتھیوں کا مطلب ہوگا۔اپنی speech میں آپ بتا دیں۔ suggestion دے دیں۔جس طرح قادر نے suggestion دیا۔وہ ایک suggestion تھا۔لیکن قرارداد کی متن جو آ گئی ہے۔اس میں کوئی اتنی complicated نہیں ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ اس کو ایک مرتبہ پاس کردیں۔ کیونکہ مذمتی قرارداد ہے۔کوئی اس میں خدانخواستہ کچھ وہ نہیں ہے۔ باقی آگے کمیشن ہے۔ truth ہے جو کچھ ہے۔وہ آگے جا کر ہم بنائیں گے۔

جناب اسپیکر: آیا مذمتی قرارداد کو اصل حالت میں منظور کیا جائے؟۔مذمتی قرارداد منظور ہوئی۔ بلوچستان اسمبلی کا یہ اجلاس حزبِ اختلاف کے معزز اراکین اسمبلی کی درخواست پر طلب کیا گیا ہے۔لہٰذا آج کی نشست

میں ذیل اہم عوامی ،میرے خیال میں اس سے پہلے شاہ صاحب! آپ نے کوئی پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ بولنا ہیں؟۔

سیّداحسان شاہ: شکریہ جناب اسپیکر۔مَیں آپ کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ جناب نے مجھے کچھ گزارشات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب والا! یہ ایک انسانی مسئلہ ہے کہ ایسٹرن بائی پاس پر وہاں کلی مینگل ایک علاقہ ہے۔ جہاں کی سروے ہوئی ہے۔گیس کمپنی نے سوئی سدرن گیس کمپنی نے 16 مارچ 2015ء کو وہاں پر جا کرسروے کیا۔ پیسے بھی آ گئے۔لیکن پانچ سال ہونے کو ہیں۔صرف گیس کمپنی کا بہانہ یہ ہے کہ اُس سائز کے پائپ ہمارے پاس نہیں ہیں جہاں سے مین لائن گزر رہی ہے اُس کلی کے ساتھ۔لیکن برانچ دینے کیلئے وہ کہتے ہیں ہمارے پاس اس سائز کے پائپ نہیں ہیں۔ پانچ سال ہوگئے ہیں جناب اسپیکر! اس بات کو۔تو مَیں یہ گزارش کرونگا جناب سے کہ آپ سیکرٹری صاحب کے ذمہ لگائیں گے یا اسمبلی کے۔ ذرا گیس کمپنی والے کو بلا کر انکو تاکید کریں۔

جناب اسپیکر: سیکرٹری صاحب! اپنا لیٹر لکھیں گیس کمپنی کو کہ اس کی وجوہات بتائیں۔اور اُنکو یہ سہولت دے دیں۔اُنکا حق ہے۔ اور کوئٹہ جیسے سرد علاوہ ہو اور وہاں گیس نہ ہو۔میرے خیال میں یہ بڑا ظلم ہے۔

سیّداحسان شاہ: بڑی مہربانی۔مَیری نے جناب والا! جناب کے توسط سے،اپوزیشن کے دوستوں سے گزارش ہے کہ چھ بجے میرے کئی appointment ہے۔اگر اس سانحے کے حوالے سے مجھے دو منٹ کچھ گزارش کرنے کا موقع دیں۔

جناب اسپیکر: اُس سانحہ کا ہوگیا۔اُس کا ابھی یہ نہیں ہے۔جی آپ بیٹھ جائیں جب اس پر بات شروع کریں گے تو انشاءاللہ آپ کو موقع دے دیں گے۔کوشش کریں گے جلدی ہو۔۔(مداخلت)۔پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہیں ختم ہوگئے۔جی منسٹر صاحب! آپ اپنی چیئر پر آ جائیں۔ایک اہم issue ہے۔جو چار سو دس جو بندے نکالے گئے تھے۔ہم نے کمیٹی اُس ٹائم بنائی تھی طارق مگسی کی سربراہی میں۔

میر محمد عارف محمد حسنی (وزیر محکمہ مواصلات وتعمیرات): آپ سوال جمع کروا دیں مَیں detail اُنکو دے دونگا۔

جناب اسپیکر: سوال نہیں تھا۔اِس پر already کمیٹی بنا دی تھی۔طارق مگسی اُس وقت C & W کے منسٹر تھے۔

وزیر محکمہ مواصلات وتعمیرات: یہ جو فیصلہ ہوا ہے یہ اُس کمیٹی کا فیصلہ نہیں ہے۔ یہ الگ سی کوئی اور کمیٹی ہے۔تو اِسکا اگر آپ ٹائم دے دیں 26 تاریخ کو جو اجلاس ہو رہا ہے اُس میں ہم جمع کروا دیں گے۔

جناب اسپیکر: آپ ایسا کریں کہ 26 تاریخ کو اسکی detail دے دیں کہ کیا مسئلہ ہے اور کیا نہیں ہے؟۔اور کیا اس میں کر سکتے ہیں؟۔

وزیر محکمہ مواصلات وتعمیرات: بالکل ٹھیک ہے۔26 تاریخ کو اجلاس میں آپ کو بتا دیں گے۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ منسٹر صاحب۔بلوچستان اسمبلی کا یہ اجلاس حزب اختلاف کے معزز اراکین اسمبلی کی درخواست پر طلب کیا گیا ہے۔لہٰذا آج کی نشست میں ذیل اہم عوامی نوعیت کے حامل مسائل کو زیر بحث لایا جائیگا۔امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال،اپوزیشن کے خلاف نیب کی انتقامی کارروائیاں، ہوش رُبا مہنگائی بیروزگاری،بجلی اور گیس کی گھمبیر صورتحال۔جو معزز اراکین اسمبلی مذکورہ بالاموضوعات پر بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنا نام سیکرٹری اسمبلی کو بھیج دیں۔ملک سکندر خان ایڈووکیٹ صاحب،قائد حزب اختلاف آپ بحث کا آغاز کر دیں۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ(قائد حزب اختلاف): شکریہ جناب اسپیکر۔میں آپ کا مشکور ہوں۔آپ نے وقت دیا۔نحمدہٗ وَنُصَلّی علیٰ رَسُوْلِہِ الکریم۔امابعد اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجیم۔بسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم۔

جناب اسپیکر! یہ جو ایجنڈے کے نکات ہیں۔یقین جانیئے ایک ایک نقطے کو دیکھنے سے دل بھی دَھل جاتا ہے۔اور رَونگٹے بھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔یہ آس و مایوسی بھی جو ہے وہ بھی گھیر لیتی ہیں۔اللہ کرے کوئی ایسا سبیل آئے کہ پاکستان کے عوام،بلوچستان کے عوام دوسرے ممالک کی طرح ایک پُرامن فضاء میں اپنی زندگیاں گزاریں۔جہاں تک امن وامان پہلا نقطہ ہے۔جناب! کہاں سے شروع کیا جائے؟۔ میں detail میں اگر جاتا ہوں کہ کیا کیا ہوا۔کہاں کہاں ہوا۔تو میرا خیال ہے کہ کسی دوسرے ساتھی کو بھی نہیں موقع ملے گا۔اور آج یہ گھنٹوں میں بھی یہ تفصیل ختم نہیں ہوگی۔تو گزارش یہ ہے کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں،اس کا کوئی مداوا نکالیں۔یہ حقیقت تو اپنی جگہ پر قائم ہے کہ 73 سالوں سے frustration ہے۔معاشرے میں بے چینی ہے۔لوگ پریشان ہیں۔انصاف نہیں ہے۔اور یہ تمام چیزیں مل کر بدامنی بھی پھیلاتی ہیں۔یہ تمام چیزیں ملکر جو ہمارے دشمن ہیں، اُنکو بھی موقع ملتا ہے۔پاکستان کے دشمنوں کو بھی موقع ملتا ہے۔یہاں اپنی جو ناپاک عزائم ہیں اُس کے ذریعے یہاں افراتفری پھیلاتی ہیں۔یہ ساری چیزیں تو ہمیں معلوم ہیں۔اور اس وقت جو یہ واقعات ہورہے ہیں۔یہاں پر جیسے قادر نائل صاحب نے تفصیل سے اپنی بات بتائی کہ جس بیدردی کے ساتھ،جس جبر کے ساتھ یہ شہادتیں ہوئی ہیں یہاں پر۔پورے بلوچستان پر اگر آپ نظر ڈالیں تو کوئی بھی ایسی جگہ نہیں ہونگیں جہاں شہادتیں نہ ہوں۔جہاں بربریت نہیں ہوا ہو۔جہاں لوگوں پر ظلم نہیں ہوا ہو۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس

کا مداوا کیا ہونا چاہیے۔ 73 سال تک تو ہم یہ چیزیں چلاتے آرہے ہیں۔ ڈھائی سال سے ہم اس اسمبلی میں بھی یہی بات کرتے ہیں کہ جی ہم یہاں پر امن وامان پر بحث کرتے ہیں۔ اگلے اجلاس تک امن وامان کے کئی واقعات سامنے آجاتے ہیں۔ پھر امن وامان کی بات چلتی ہے۔ پھر تیسرے اجلاس کیلئے جو آئندہ اجلاس آتا ہے۔ اُس میں بھی امن وامان کیلئے تحاریک آتے ہیں۔ قراردادیں آتی ہیں۔ لوگوں کی چیخ وپکار ہوتی ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ دیکھا جائے کہ responsibility-fix جب تک نہیں ہوگی۔ جب تک ایک طریقہ کار واضح طور پر ہم نہیں اپنائیں گے تب تک نہ امن وامان پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی عدل وانصاف کی توقع ہم کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ جو باقی نکات ہیں اُس پر کسی حد تک پہنچ سکتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! ہمارا ایک دستور ہے۔ ہمارے ملک کے قوانین ہیں۔ اور اُن قوانین اور ہمارے دستور۔ اُس میں کئی حقیقتیں ایسی ہیں جسکو ہم پاؤں تلے روندر ہے ہیں۔ جس کا ہم کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ہمارا constitution life,property اُسکی گارنٹی دیتا ہے۔ اور وہ گارنٹی کون ہوتا ہے؟۔ اسٹیٹ گارنٹی دیتا ہے۔ اسٹیٹ کی یہ resprонsibility ہے کہ لوگوں کے جان ومال کا مکمل تحفظ ہو۔ اب اگر اسٹیٹ لوگوں کی جان ومال کو تحفظ فراہم نہیں کر سکتی تو یہ دیکھا جائے کہ پھر اس اسٹیٹ کی کیفیت کیا ہونی چاہیے؟۔ اس حکومت کی حیثیت کیا ہونی چاہیے؟۔ اگر رات کو کوئی شخص اپنے معصوم بچوں کے ساتھ آرام کے ساتھ رات نہیں گزار سکتا۔ اور پریکٹیکلی بلوچستان میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ تو کون ذمہ دار ہے؟۔ یہ دیکھا جائے۔ یہ آواز اُٹھائی جائے کہ جو شخص سرکار کی طرف سے کسی بھی حوالے سے تجویز شدہ امور کی انجام دہی کا ذمہ دار ہے۔ ظاہر ہے کہ پھر اُس کو ذمہ داریاں پوری کرنی پڑتی ہیں۔ آج میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج بھی اگر اس پاکستان میں قانون اور آئین کی بالادستی کو اولیت دی جائے تو ظلم کا راستہ رُک سکتا ہے۔ امن وامان قائم ہو سکتا ہے۔ یہ بلوچستان گواہ ہے کہ اُس دور میں جب یہاں نہ کوئی تھانہ تھا۔ نہ کوئی ایس ایچ او تھا۔ نہ اُس کے ساتھ پچیس تیس افراد کی نفری تھیں۔ لیکن روایات تھے۔ لوگوں کا شعور تھا۔ حیا تھی۔ ظلم کو ظلم کہا جاتا تھا۔ بربریت کو بربریت کہا جاتا تھا۔ اور جو بھی کوئی جرم کرتا۔ چاہے جس قبیلے کا ہوتا۔ چاہے اُس کا بھائی کیوں نہ ہوتا۔ اُس کی طرف کہتے کہ جی تم ظلم کر رہے ہو۔ یہی قبائل بلوچستان میں گوادر سے لیکر ژوب تک اپنی دود، اپنی رسم ورواج اور اپنی روایات کے مطابق اس طرح کے گھناؤنے جرائم میں ملوث نہیں ہوتے تھے۔ حق بولا جاتا تھا۔ جھوٹ معاشرے کا حصہ نہیں تھا۔ جناب اسپیکر! مَیں گزارش کرونگا کہ اگر یہاں خوش گپیاں ہونگیں تو پھر جو بھی ساتھی گپ شپ لگانا چاہتے ہیں وہ جا کر کے چائے بھی وہاں پئیں۔

جناب اسپیکر: جی ہاؤس میں please آپس میں باتیں نہ کریں مٹھا خان صاحب! ملک صاحب

please اپنی بات جاری رکھیں۔

قائدحزب اختلاف: جناب اسپیکر صاحب! عرض کرر ہا تھا کہ کچھ حقائق کو ہمیں تسلیم کرنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے سے جھوٹ نکلا ہوا ہے۔سوائے فراڈ اور جھوٹ کے یعنی سچ نکلا ہوا ہے۔سوائے فراڈ اور جھوٹ کے کوئی ہمارے معاشرے کا اب کوئی حصہ نہیں ہے۔ جب تک اس معاشرے میں آئین، روایات اور قانون کی بالادستی نہیں ہوگی۔ جھوٹے کو جھوٹا نہیں کہا جائیگا۔فراڈی کو فراڈی نہیں کہا جائیگا۔ دھوکے باز کو دھوکے باز نہیں کہا کہا جائیگا۔لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے کو ڈاکو نہیں کہا جائیگا۔ اُس وقت تک امن وامان کسی بھی حوالے سے نہیں آسکتا۔آج جو وسائل بلوچستان کے لاء اینڈ فورسنگ ایجنسیز کے پاس ہیں۔ ماضی میں کبھی اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا۔لیکن اس کے باوجود جرائم ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ روایات ہم نے پامال کی ہوئی ہیں۔ہم قانون اور آئین کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یہ تو افریقہ کے جنگل میں تو ہوسکتے ہیں۔انسانوں کے معاشرے میں ایسا نہیں ہوسکتا۔آج ہمارا ملک اُس افریقہ کے جنگل سے بھی بدتر ہے۔اور یہ حقیقت بھی ہے۔آج درندگی ہے۔بیس آدمیوں کو اکٹھا شہید کرو۔دس کو اکھٹا شہید کرو۔کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔لوگوں کے گھروں پر ڈاکے ڈالو۔کوئی پوچھ کچھ نہیں ہے۔ ابھی جناب اسپیکر صاحب! آپ باہر نکلیں گے۔قیمتی گاڑی ہوگی۔ اُس میں کلاشنکوف بردار بیٹھے ہونگے۔ جہاں وہ منہ کرنا چاہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ایک آدمی کے پیچھے اگر آپ پچیس گاڑیاں لگادیں جناب اسپیکر صاحب! تو دوسرے جو غریب لوگ ہیں وہ کیا اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے؟ تو میری گزارش یہ ہے کہ سب سے مقدم جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے آئین کی پاسداری کرنی ہے۔اس ہاؤس نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آئین پر کوئی compromise نہیں ہوگا۔ہم نے اپنے ملک کے جو قوانین ہیں اُس پر جناب اسپیکر! ہم نے کوئی compromise نہیں کرنا۔جو چور ہے اُس کو ہم نے چور کہنا ہے۔ جو بے انصافی کرتا ہے ہم نے اُس کو بے انصاف کہنا ہے۔لیکن آج کل بالکل اِسکا اُلٹ ہے۔آپ کے پورے معاشرے میں جناب اسپیکر صاحب! یعنی دکھ کی بات ہے کہ اگر کوئی اِکّا دُکا منصف مزاج یا شریف شخص اس معاشرے میں ملتا ہے تو اُس کو نام کیا دیا جاتا ہے کہ بزدل ہے۔ بے وقوف ہے۔آج کل کے اس ایڈوانس دور میں اسکوفلاں تک جھوٹ نہیں بولنا آتا ہے۔فراڈ نہیں کرنا آتا۔تو جب اس طرح ہوگا تو بدقسمتی یہ ہوگی کہ جو ہمارے دشمن ہیں۔ ہم سب کو پتہ ہے کہ ہمارے ساتھ بیرونی کیا ہو رہا ہے۔اُن کو پاکستان کے اندر موقع مل جاتا ہے۔اور یہاں بھی اس معاشرے کو stable ہونے نہیں دیتا۔اب یہ پھر بات آجاتی ہے کہ کون ذمہ دار ہے۔بات یہ آئیگی کہ State اور اس کی functionaries ذمہ دار ہے۔باہر سے کچھ ہوتا ہے، اندر سے

کچھ ہوتا ہے یہ ریاست زمہ دار ہے۔تو مَیں صرف یہی عرض کرونگا کہ میری گزارش ہوگی کہ ہمارے ہاؤس کے معزز آراکین اس ایک بات کو بھی آج اُس کے نتائج نہیں نکلیں گے لیکن after 5 years , 6 years آپ کو ایک اچھا معاشرہ ملے گا اور امن وہ آنا شروع ہوگا۔وہ اُس وقت آئیگا جب point out کیا جائیگا کہ یہ بدامنی کرتا ہے اور یہ امن کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔جناب اسپیکر! ہماری اسوقت مہنگائی کی صورت حال کو آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔تھوڑا سا باہر شہر میں for that purpose یہ ہمارے ساتھی ہیں یا گورنمنٹ کے لوگ ہیں گریڈ 15 اور اس سے اوپر کے، وہ اس معاشرے میں مہنگائی سے متاثر ہیں لیکن وہ survive کر سکتے ہیں اُن کو اتنا پتہ نہیں چلتا ہے۔جناب اسپیکر! اس ہاؤس کے ممبران کو بھی اور بلوچستان میں انتظامیہ کے تمام افیسران کو بھی تھوڑی دیر کیلئے اپنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کے تھوڑا سا تجزیہ کریں کہ میرے وسائل اتنے محدود ہورہے ہیں کہ مَیں اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔مَیں مہینے کے آخر تک اپنے ضروریات پوری نہیں کرسکتا۔تو اُس شخص کی کیا ضروریات ہوں گی اُس کی کیا زندگی ہوگی جو صبح سے شام تک مہینے کے 15 ہزار روپے کماتا ہے۔اور ساتھ میں اُس کے 4 یا پانچ بچے ہیں۔اگر اُس کو انڈہ 220 روپے فی درجن ملے گا تو اُس کے تصورات سے بالاتر ہے۔اگر 50 کلو آٹے کا تھیلا 31 سو 32 سو کا ملتا ہے تو اُس کی کیفیت کیا ہوگی۔باقی چیزیں تو آپ دیکھ لیں گوشت کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکے گا۔سوکھی روٹی پر وہ اپنا گزارا کریگا۔پھر آگے آپ دیکھ لیں کہ اُس کے بچوں کا مستقبل کیا ہوگا۔وہ بچوں کو پڑھائیگا کیسے۔تعلیم کی اُس کی کیا کیفیت ہوگی۔صحت کی کیا کیفیت ہوگی تو وہ خودکشی نہیں کریگا تو کیا کریگا۔وہ تمام عمال کریگا جس سے اپنے بچوں کو زندہ بچا سکے۔لیکن یہاں پر اس چیز کو دیکھا نہیں جاتا۔جن لوگوں کا کوئی انکم نہیں ہے۔وہ بھی انسان ہے۔اُن کو بھی اپنی زندگی میں وہی وسائل درکار ہیں جو صاحبِ ثروت لوگوں کے ہیں لیکن وہ پورے نہیں کر سکتے۔ابھی پھر ایک بات آرہی ہے کہ پیٹرول اور ڈیزل کیلئے 11 یا 12 فی لیٹر مہنگا کرنے کی سمری بھجوائی جارہی ہے۔تو جناب اسپیکر! یہاں ہمارے صوبے کے غریب لوگ اُن کی کیا کیفیت ہوگی۔گورنمنٹ کا فرض ہے کہ غریبوں کو اُن کی زندگیوں سے اُن کے منہ سے نوالہ نہ چھینیں۔ہم ایک اسلامی معاشرہ ہے اور اسلامی معاشرے میں کفالت جو ہیں وہ سرکار کی ذمہ داری ہے آج جو لوگ افراد اور تفریق میں ہیں جو بڑے ہیں وہ بڑے ہوتے جارہے ہیں۔اور جو غریب ہیں وہ زمین کے اندر دھنس رہے ہیں۔اس طرح ہم کہیں کہ جی ہمارے معاشرے میں خوشحالی ہو، کیسی ہوگی۔امن ہو کیسے ہوگا۔لوگوں کی ضروریات پوری ہو یہ تو سرکار کی زمہ داری ہے۔کہ اس چیز کو دیکھا جائے کہ وہ تمام اشیاء جو لوگوں کی قوت خرید سے بالاتر ہے اُس پر تمام چیزوں پر سبسڈی دی جاتی ہے۔تو لوگوں کی زندگیاں بچانے کیلئے بھی ایسا طریقہ کار

رکھا جائے تاکہ کم ازکم لوگوں کو اپنے سانس لینے کا موقع مل سکے۔اسی طرح جناب اسپیکر یہ جو بجلی اور گیس ہے وہ بھی اب تو سرمایہ داروں کا ایک ذریعہ بنا ہے۔غریب کے بس سے تو باہر ہے ہم نے یہاں کوشش کی اس ہاؤس نے جناب کے تعاون سے کہ fix rate رکھا جائے تاکہ لوگ بجلی سے مستفید بھی ہو سکے اور survival بھی کر سکیں۔بدقسمتی سے بلوچستان اسمبلی نے قرارداد یہاں سے منظور کی لیکن اُس پر کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔پہلی تو مَیں گزارش کرونگا کہ آپ مہربانی فرماکر اُس قرادادکی روشنی میں یہاں بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے اُس کو مدنظر رکھتے ہوئے جو fix rate کا جو ہم نے قرارداد پاس کیا اُس پر عمل درآمد کرائیں۔لوگ ہمیشہ جو رشوت خوری ہورہی ہے اُس وقت اُسکا قلع قمع ہو۔جو زیادتی ہورہی ہیں اُسکا بھی روک تھام ہو۔ایک غریب آدمی 15 ہزار ٹوٹل اثاثہ ہے مہینے کا۔اگر اُس کے پاس 20 ہزار بل آتا ہے بجلی کا تو وہ بیہوش نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔میری گزارش ہے کہ اُس قراردادکو لیکر اُس کی منظوری کرادو۔دوسری گزارش اس مد میں یہ ہے کہ یہ عام طور پر دنیا کا اصول ہے۔ بجلی اور گیس جو بلوچستان کے عوام کو مہیا کی جاتی ہے، یہ عام طور پر دنیا کا عام دستور ہے کہ جب کوئی چیز provide کی جاتی ہے تو پھر مہینوں مہینوں اُس بجلی کو اگر discontinue کیا جائے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے، یہ پھر یہ کہ کچھ علاقوں میں کچھ لوگ غلط connection لیتے ہیں اور اُس کی سزا جس طرح ہمارا عام دستور ہے کہ شریف اور دیانتدار پر ہی نزلہ گرتا ہے اور زلزلہ اُسی پر آتا ہے۔تو یہ پورے علاقے کی بجلی بند ہو جاتی ہے، پوچھا جاتا ہے کہ جی یہاں پر بجلی چوری ہوتی ہے، کنڈیاں لگی ہوئی ہیں۔اِن کی electricity Act ہے اُس میں باقاعدہ وہ سزا دے سکتے ہیں، FIR درج کر سکتے ہیں لیکن عام لوگوں کو اُن لوگوں کے بدلے سزا دینا کہاں کا انصاف ہے۔ہماری گزارش ہے جو لوگ بل دیتے ہیں اُن کے ساتھ انصاف کیا جائے۔اور اِسی طرح گیس کی جو کیفیت ہے جناب، آج بھی ہمارے لیے ایک بڑا مسئلہ ہے کہ سندھ اور پنجاب میں industries ،گیس سے چلائی جاتی ہیں، CNG گیس سے چلائی جاتی ہیں۔بلوچستان کو تو ویسے ہی گیس نہیں ملتی جن اضلاع کو گیس دی گئی ہے وہاں بھی اُس گیس سے نہ وہ زندہ رہ سکتے ہیں، بلکہ وہ بیمار رہتے ہیں اور متبادل زرائع اُن کو اختیار کرنا پڑتے ہیں۔اِس قسم کا ظلم جو اِس مد میں ہوتا ہے وہ بلوچستان کے غریب عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔کوئٹہ capital city ہے بلوچستان کا۔یہاں پر لوگ گیس سے محروم ہیں، pressure zero ہے، بچے ہمیشہ بیمار رہتے ہیں۔بوڑھے بیمار رہتے ہیں، بل ڈیمانڈ کے مطابق دیا جاتا ہے، لیکن یہ حقدار ہیں اس بات کے کہ اُن کو گیس فراہم کی جائے لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا تو یہ انتہائی ظلم ہے۔لوگ دوسرے صوبوں میں اُس سے business کرتے ہیں دوسرے صوبوں میں، industires چلاتے ہیں، ہمارے ہاں سردیوں گیس

جان بچانے کے لیے استعمال ہوتی ہے، لیکن ہماری جان بچانے والی گیس ہمیں نہیں ملتی اور باقی جگہوں میں فیکٹریاں چلتی ہیں۔ مَیں گزارش کروں گا جناب اِس سے پہلے بھی اِس معاملے میں کئی دفعہ بات ہو چکی ہے تو آپ سے گزارش کروں گا کہ اِس سلسلے میں جو پہلے کاروائی ہوئی ہے اُسی کو continue کریں اور اُسی کے مطابق کارروائی کریں۔ thank you۔

جناب اسپیکر: جی شکریہ ملک سکندر صاحب۔ احسان شاہ صاحب۔

سید احسان شاہ: شکریہ جناب اسپیکر! مَیں آپ کا اور تمام دوستوں کا ممنون و مشکور ہوں۔ اپوزیشن نے جس ایجنڈے پر اجلاس میں جن چیزوں کی نشاندہی کی ہے، مَیں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ جو عوامی اہمیت کا ایجنڈا ہے وہ امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال ہے۔ مَیں اِسی پر ہی گزارش کرنا چاہوں گا مختصراً۔ امن وامان کی صورتحال کو اگر ہم مجموعی حوالے سے دیکھیں تو پہلے کی نسبت بہتر ہو گئی ہے، جہاں ایک مہینے میں پانچ، دس، بیس بم دھماکے ہوتے تھے مختلف شہروں میں۔ پنجاب اُس زمانے میں کسی حد تک بچا ہوا تھا، لیکن جب بدامنی اپنی peak پر تھی تو پنجاب میں بھی دھماکے شروع ہو گئے تھے۔ ہم تو بلوچستان کسی حساب میں نہیں تھا۔ ہمارے پاس تو روز دھماکے ہوتے تھے۔ لیکن یہ جو حالیہ لہر آئی ہے اور خاص طور پر مَیں سانحہ مچھ کے حوالے سے گزارش کروں گا، کاش کہ اللہ کرے کہ مچھ کے حوالے سے یہ اِس ہزارہ برادری کے ساتھ یہ آخری موقع ہو اور اِس کے آگے اِس طرح کا سانحہ رونما نہ ہو۔ لیکن اگر ہمارے صوبے کے capital میں اگر بہت بڑے سانحے تو ہر جگہ ہوئے لیکن اگر ہم اُن سانحوں کی اگر ہم فہرست بنائیں تو سرفہرست یہ ہزارہ برادری کے ساتھ جو واقعات مختلف اوقات میں ہوتے رہے ہیں یہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ اور جناب کے علم میں ہو گا کہ ایک صوبائی حکومت نواب اسلم رئیسانی کی گورنمنٹ جب تھی، سانحہ رونما ہوا اُس کے بعد وزیراعظم صاحب آئے، فیصلہ ہوا صوبے میں گورنر راج لگانے کا۔ اب چونکہ گورنر راج لگ گیا تھا صوبے میں دو مہینے کے لیے آئین کے مطابق گورنمنٹ معطل تھی لیکن اسمبلی اپنے وجود رکھتی تھی، اسمبلی کے اجلاس ہم نے یہی پر کیے۔ FC نے ہمیں گھیرے میں لے لیا لیکن جب گورنر مگسی صاحب سے مَیں نے، اسپیکر صاحب نے اور کچھ اور دوستوں نے بات کی کہ اسمبلی تو معطل نہیں ہے۔ حکومت کو معطل کیا گیا ہے۔ آئین کے مطابق اسمبلی اپنا اجلاس کر سکتی ہے۔ ہم نے اِسی ہال میں پھر اپنا اجلاس کیا، قراردادیں پاس کی لیکن جناب اُس سے بھی کام نہیں ہوا۔ جس کی بنیاد پر اسمبلی، حکومت کو معطل کیا گیا، گورنر راج لگا اُسی گورنر راج کے دوران دو مہینے کے اندر اُس سے بڑا دھماکہ ہوا۔ اُس سے زیادہ جانوں کا ضیائع ہوا بہادر خان یونیورسٹی میں۔ جناب والا! یہ ایک sectarian killing کے حوالے سے اگر ہم بات کریں اِس نے

ہمارے صوبے کو اور خاص کر ہمارے اِن بہن بھائیوں کو بہت دکھ دیے ہیں۔ تو گزارش ہے میری حکومت سے جو کہ صوبائی وزیر داخلہ صاحب جو تشریف رکھتے ہیں تو یہ sectarian killing کے حوالے سے جہاں ہم insurgents کے ساتھ گورنمنٹ نمٹ رہی ہے۔

(خاموشی۔ آذان مغرب)

سید احسان شاہ: تو sectarian killing کے حوالے سے جناب والا میری صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت اور جو جو اِس میں stakeholders ہیں سب کو sectarian حوالے سے بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور حالیہ لہر جو کریمہ بلوچ کے حوالے سے باہر جو ایک assassination ہوا کینیڈا میں اُس حوالے سے بھی اب بلوچستان میں ایک لہر اُٹھی ہے دھماکوں کی اور ٹارگٹ killing کی، یہ جناب پانچ دن پہلے تربت میں میرے گھر سے کوئی دو سو میٹر دور ایک دھماکہ ہوا، اور اُس کے نتیجے میں ایک مستری تھا جو موٹر سائیکل کا کام کرتا تھا پنجاب سے اُس کا تعلق تھا، وہ شدید زخمی ہوا، لیکن casualty موقع پر کوئی نہیں ہوئی۔ زخمی لوگ ہو گئے۔ تو اِس حوالے سے بھی ہمیں دیکھنا چاہیے، اب law&order بنیادی طور پر صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ فیڈرل حکومت کا اِس میں کوئی کام نہیں ہے آئینی حوالے سے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اُن کی مدد کے بغیر یا اُن کی intellengence کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمارے صوبائی حکومت کوئی بہتر نتائج دے سکے۔ تو اُن سے بھی گزارش ہے کہ ہماری صوبائی حکومت کے ساتھ کوئی بہتر coordination کریں تاکہ ہم صحیح معنی میں اپنے لوگوں کو امن وامان کا ایک راستہ دیں۔ جناب والا میں آخری گزارش کروں گا کہ مجھے بڑا دکھ ہوا جب ہمارے وزیراعظم پاکستان کی یہ statement آئی کہ جی مَیں blackmailing میں نہیں آؤں گا۔ مجھے blackmail کیا جارہا ہے۔ تو یہ تمام پاکستانیوں کے لیے لمحہ فکریہ تھا۔ وزیراعظم ملک کا آئینی سربراہ ہے، انتظامی سربراہ ہے، اور ہم نے دیکھا کہ نیوزی لینڈ میں بھی اِسی طرح کا حادثہ ہوا اور وہاں کی وزیراعظم کے لیے ہم کافر تھے جس طرح ہمارے لیے وہ کافر ہیں لیکن اُن کا رویہ پوری دنیا نے دیکھا۔ اُنھوں نے جس نے فائرنگ کی تھی اُس کا نام نہیں لیا بلکے یہ کہا کہ یہ میرے لیے یہ دہشتگرد ہے اور کچھ نہیں۔ اِس حد تک وہ گئی تھی ایک ایک مسلمان کے گھر وہ گئی تھی سب کو گلے لگایا، کپڑے پہن لیے اور تو اور نماز پڑھنے بھی آگئی مسجد میں اور یہ ہمارے اپنے لوگ ہمارے اپنے بہن بھائی، پاکستان کے شہری اور ہم اِن کو کہتے ہیں کہ مَیں blackmailing میں نہیں آؤں گا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ مجھ سمیت بہت سارے دوستوں کو دکھ ہوا ہوگا۔ اللہ اُن کو ہدایت دے یہ کوئی blackmailing کی بات نہیں ہے۔ جتنا انسان اُونچا جاتا ہے اُتنا ہی اُس کو جھکنا ہوتا

ہے اُتنا ہی اُس کو صبر سے کام لینا چاہے۔ مجھے عسکری حوالے سے جو تبدیلیاں ہوئی ہیں، اللہ کرے کہ ہمارے صوبے کو حوالے سے کور کمانڈر صاحب نئے جو آئے ہیں مجھے یقین ہے کہ اِنشاء اللہ تعالیٰ اِن کے آنے سے امید ہے حالات بہتر ہوں گے کیوں کہ یہ IG FC North رہ چکے اِن کی کا کردگی نہ صرف law & order کے حوالے سے بلکہ development اور ہر چیز جو عوامی نوعیت کے تعاون کے حامل کے جتنے بھی projects تھے جتنے بھی وہاں پر منصوبے تھے وہاں پر وہ پیش پیش تھے۔ تو اِنشاء اللہ تعالیٰ یہ خوشی کی بات ہے کہ وہ کور کمانڈر بھی حال ہی میں ہی تعینات کیے گئے ہیں تو مجھے اُمید ہے کہ اِنشاء اللہ تعالیٰ عسکری حوالے سے بھی ہمیں کچھ تعاون ملے گا جس سے ہم اپنے صوبے کو امن وامان کو بہتر کر سکے۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: شکریہ احسان شاہ صاحب، جی اختر لانگو صاحب۔

میر اختر حسین لانگو: بہت شکریہ جناب اسپیکر صاحب! جناب والا! آج کے اِس requisition اجلاس میں مَیں شروع کروں گا آخری ایجنڈا سے۔ جناب والا! جنوری کا مہینہ ہے کوئٹہ شہر میں ابھی بھی temperature جو ہے وہ minus میں رہتا ہے لیکن بد قسمتی سے پچھلے دو تین سالوں سے جب سے G.M صاحب آئیں ہیں جب بھی سردی کا موسم شروع ہو جاتا ہے کوئٹہ کے میں یہاں پر گیس جو ہے وہ ناپید تو جاتا۔ اب جناب والا! آئے روز میٹرو کے بہانے ہزار روپے تیس تیس چالیس چالیس ہزار روپے غریب صارفین پر جو جرمانے عائد کیے جاتے ہیں normal جو اِس وقت ایک گھریلو صارف کا جو bill آتا ہے وہ چالیس سے پچاس ہزار سات ہزار ایک ایک لاکھ روپے تک لوگوں کو bill بھجوائے جا رہے ہیں جبکہ گیس کا pressure اس وقت بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اکثر صبح کے اوقات میں جب سردی کی شدت زیادہ ہوتی ہے یا رات کو اِن دونوں اوقات میں جو اِس capital میں ہم بیٹھے ہیں، مَیں مستونگ کی بات نہیں کر رہا مَیں قلات کی بات نہیں کر رہا مَیں پشین اور زیارت کی بات نہیں کر رہا وہاں پر تو ویسے گیس کا صرف نام رہ گیا ہے گیس نہیں ہے وہاں پر، یہ capital ہے ہمارا اِس شہر میں آپ کو اِس وقت کوئٹہ شہر میں لوگ لکڑی جلا کر جو ہے وہ اپنے چولہے جلا رہے ہیں اور اپنے گھر کا سالن اور روٹیاں پکانے پر مجبور ہے۔ یہ صوبہ جو 1952ء سے پورے ملک کو گیس دے رہا ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے لئے یہ گیس ایک شجرہ ممنوعہ بن چکا ہے اور جناب والا! اِس پر تو ایک گیس ہمارے ناپید ہو چکا ہے اور دوسرا اس وقت بجلی کی لوڈ شیڈنگ جو اِس capital city میں آٹھ آٹھ، نو نو گھنٹے بجلی غائب رہتا ہے اگر transformer بھی جلتا ہیں جیسے مالک صاحب نے کہا ایک ایک مہینہ ہم WAPDA کے دفتروں کے چکر کاٹتے رہتے ہیں وہ یہ ہمارا ٹرانسفارمر repair نہیں ہوتے ہیں۔ بہانہ یہ بنایا

جاتا ہے کہ جی line losses ہے لوگ bill نہیں دیتے ہیں تو جناب والا! یہ line losses پورے پاکستان میں ہیں صرف بلوچستان میں نہیں ہے اگر ratio نکالا جائے تو پنجاب کے اور دوسرے صوبوں کے ایسے علاقے جن کے line losses ہم سے کئی گنا زیادہ ہے لیکن وہاں پر جناب والا! یہ رویہ نہ WAPDA کا ہوتا ہے اور نہ ہی Sui Southern والوں کا ہوتا ہے کہ مہینوں مہینوں لوگوں کو اندھیرے میں رکھ کے گیس کا pressure لوگوں پر بند کر کے اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے ذریعے وہاں کے لوگوں کے ساتھ زیادتی کی جائیں۔ تو مَیں اس ایوان کی توسط سے اِس کی مذمت کرتا ہوں۔ اب آتا ہوں جناب والا! اصل مسئلے کی طرف جو ہے law and order کا، سانحہ مچھ سے کچھ دن پہلے بھی اِسی ایوان میں ہم نے requisition جمع کیا تھا اور requisition اجلاس ہوا اُس پر بھی امن و امان پر بحث ہوا اور اِس سے پہلے بھی اِس ایوان میں بارہاں اِس طرح کی requisition اِجلاس ہم نے اِسی ایک مسئلہ پر بلائیں ہیں اور کافی یہاں پر بحث مباحثے ہوئے ہیں تقاریر ہوئیں ہیں تجاویز آئی ہیں لیکن جناب والا! جیسے کہ ابھی کچھ دیر پہلے ایک قرارداد پر ہم اِس بحث میں لگے تھے کہ ایک truth Commission جب تک چیزیں، حقائق لوگوں کے سامنے نہیں آتی جب تک بدامنی کی وجوہات اور اُن causes کو ہم address نہیں کریں گے تو اُس وقت تک نہ اِس صوبے میں امن آ سکے گا اور نہ ہی اِس صوبے میں ترقی کے دروازے کھلیں گے کیونکہ ترقی اور جو economy ہے وہ مشروط ہے آپ کی امن و امان کے ساتھ، اگر آپ کا امن و امان ٹھیک ہوگا تو ملک ترقی کرے گا اُس کی Economy Grow کرے گی otherwise لوگ وہاں پر business کرنے سے لوگ وہاں پر روزگار کرنے سے ڈرتے ہیں آتے نہیں ہے۔ جناب والا! اب مَیں آتا ہوں کہ وہ وجوہات کیا ہیں اُس دن جو سانحہ مچھ سے پہلے requisition اجلاس پر میرے دوست ظہور بھائی نے میں نے اپنی تقریر میں کچھ چیزوں کا ذکر کیا تھا لیکن ادھورا اُس کو چھوڑ دیا۔ جناب والا! اُس دن بھی ظہور صاحب کہہ رہے تھے کہ آج سے دس اور پندرہ سال پہلے ہم امن و امان کا معاملہ زیادہ خراب تھا تو جناب والا! اُس کی وجہ تھی، یہاں پر اکثر اِس اسمبلی میں مسلح جتھوں کا ذکر اپنے سنا ہوگا یہاں پر death squads کا آپ نے جناب اسپیکر! اگر اُسنا ہو گا اگر ہاؤس کو تھوڑا سا In order کرلیں۔ تو جناب والا! اُس وقت جب 2013,14 میں ان تمام مسلح جتھوں کو O.S.D بنا دیا گیا اور تمام مسلح جتھوں پر پابندی لگائی اُن کو اُن کے گھروں تک محدود کیا گیا تو آپ نے دیکھا کہ Target Killing باقی بم دھماکے، چوری یا اغوا برائے تاوان، شاہراہوں پر ڈکیتیاں یہ تمام چیزیں رُک سی گئی اب جناب والا! جب سے یہ حکومت وجود میں آئی ہے تو اِنہوں نے اُن کو دوبارہ ذمہ داریاں سونپ

دی اور مسلح جتھوں کو دوبارہ support کرنا شروع کیا اب جناب والا! مَیں آتا ہوں یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں جناب والا! یہ ایک JIT بنی تھی جو ایک واقعہ کراچی میں پیش آیا تھا اُس کے حوالے سے یہ مَیں آپ کو بھیجوا رہا ہوں اور مَیں چاہتا ہوں کہ یہ documents یہ اِس House کی property رہے اور record کا حصہ رہے جناب والا! اِس کے page نمبر 15 پر یہ مَیں آپ کو بھجوا رہا ہوں اِس میں جو JIT بنی تھی اُس میں جناب والا! یہ JIT ہم نے نہیں کی یہ JIT، اس میں مَیں composition کا بتاتا ہوں اِس میں MI, ISI, IB, Pakistan Rangers, Special Branch,, CTD یہ اِن کی تھے، یہ اسپیکر صاحب کو دے دیں۔ یہ ان کی طرف سے ایک JIT بنی تھی اور اُنہوں نے clear cut کہا تھا اور یہاں پر پوری ایک list دی ہے جو سندھ میں جتنے واقعات ہوئے دہشت گردی کے Police Target Killing کے، یہاں پر ظہور صاحب اُس دن کہہ رہے تھے کہ forces کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرتا جناب والا! forces کے جو قاتل ہیں اِس JIT میں اُنہوں نے دئے ہیں، پولیس، رینجرز، فورسز پر جو حملے ہوئے ہیں اُنکا ذکر اِس میں ہے حیدر آباد میں، سندھ میں، سکھر میں، کراچی میں، جہاں جہاں forces پر attacks ہوئے ہیں اِن تمام کا اِس JIT میں ذکر ہے اور اِس میں آخر میں جو میں نے Highlight کئے ہوئے ہیں اُنکو پڑھ لیں اُس میں اُس ذمہ دار کا نام بھی اُس JIT میں دے رہے ہیں کہ خضدار کے remote area میں ایک شخص ہے شفیق الرحمٰن مینگل، یہ تمام وہاں پر پناہ لئے ہوئے ہیں اور وہاں سے planning ہو رہی ہے یہ تمام کارروائی وہاں سے ہو رہی ہے جس میں سانحہ شاہ نورانی شامل ہے سانحہ صفورہ کوٹ شامل ہے اُس میں آپ کا سانحہ سہون شریف کا شامل ہے اُس میں سندھ میں جتنے blast ہوئے وہ تمام شامل ہیں اور جناب والا! اِسی ہاوس کا میں ایک اور record آپ کو بھجوا رہا ہوں، اِس ہاوس میں جناب والا! یہ ایک اسمبلی کی کاروائی آپ کی چلی تھی مورخہ 21 اپریل 2015ء کو ایک سوال کے جواب میں آپ کے اُس وقت کے وزیر داخلہ صاحب وہ خود فرما رہے ہیں مَیں اُس کا جواب آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں یہ درست ہے کہ 25 مئی 2014ء کو تحصیل وڈھ چیک پوسٹ پر دس سے بارہ Surf گاڑیوں پر مشتمل مسلح افراد کا قافلہ جن کی تعداد 100 کی قریب تھی جس کی سربراہی میر شفیق الرحمٰن مینگل صاحب کر رہا تھا نے hand grenade سے لیویز چیک پوسٹ ،اب جناب والا! یہاں پر اکثر ہم پر الزامات عائد کئے جاتے ہیں کہ forces کے حوالے سے ہم بات نہیں کرتے، forces کے جو شہداء ہیں اُنکے لئے ہم آواز نہیں اُٹھاتے۔ جناب والا! لیویز اہلکار کیا forces نہیں ہیں؟۔ کیا وہ ہماری force نہیں ہے ؟، تو جناب والا! اُنکے حوالے سے ، لیویز چیک پو پوسٹ پر

Hand Grenade سے حملہ کیا اور اندھا دھند firing شروع کر دی جس کے نتیجے میں 9 لیویز اہلکار شہید ہوئے۔

دنیش کمار: جناب اسپیکر! Quorum کی نشاندہی۔

جناب اسپیکر: اختر حسین لانگو صاحب آپ بیٹھ جائے یہ record کا حصہ نہیں ہوگا۔ Quorum کی نشاندہی ہوئی ہے گھنٹیاں بجائی جائیں۔ 26 کو ویسے بھی ہم نے call کرنا ہے۔ اب میں Prorogation Order پڑھ کر سناتا ہوں۔

ORDER

In excercise of the powers conferred on me by clause 3 of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973, I Mir Abdul Quddus Bezinjo, Speaker, Provincial Assembly of Balochistan, hereby order that on conclusion of business, the session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Friday, the 15th January,2021.

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 06 بجکر 25 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)